# اسلوبیات روائت و فن

ڈاکٹر الطاف یوسفزئی** عادل سعید قریشی*

***Abstract***

147 Aslobiyat: AikMotaliha148 the term Stylistic is translated in Urdu as Aslobiyat. In this article, the art of aslobiyat has been discussed in detail. Aslobiyat means the linguistic study of a piece of literature. It discusses the content in focus with reference to writer`s diction, his use of formal and colloquial idiom, new phrases, similes and metaphors, etc. Basically, Aslobiyat is a dimension of Style. Here, in this article, the history and development of Aslobiyat in English literature alongside with Urdu have been considered at length. Alongside, its basic ingredients and tools have also been discussed.

عملی لسانیاتApplied linguisticsکی وہ شاخ جس میں اسلوب کا ایک رخ جس میں تخلیق کار کے لسانی وسائل اور لسانیاتی ابلاغ اور برت کا معروضی مطالعہ کیا جاتا ہے اسلوبیات کہلاتا ہے۔اسلوبیات فن کے لسانی پہلوؤں کے ابلاغ،ان کے استعمال برت اور بگاڑ سے واسطہ رکھتی ہے۔ساختیات کے مباحث سے جنم لینے والے اس علم کے ابتدائی نقوش فرانسیسی ادب میں دکھائی دیتے ہیں۔Charles Baily اس علم کا بانی متصور ہوتا ہے گو کہ وہ خود اس علم کے بانی ہونے کا مدعی نہیں لیکن اسلوبیات کے ابتدائی خدوخال اس کے مضامین میں بکھرے ملتے ہیں۔بقول ریاض صدیقی:

> "جدید اسلوبیات کا بانیCharles Baily ہے۔بیلی نے "جدید اسلوبیات" کے بعض اصول متعین کیے ہیں لیکن اس نے بول چال اور بیان کے ابلاغ اور طرز اظہار کی مختلف جہتوں کو موضوع بناتے ہوئے ادب کو مطالعے کے دائرے میں شامل نہیں کیا لیکن اس کے پیروکار شاگردوں نے اس عدم شمولیت کو تسلیم نہیں کیا اور ادب کو خاص طور پر اپنے مطالعے کا موضوع بنایا۔"(۱)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر ہزارہ یونی ورسٹی

** پی ایچ ڈی سکالر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

بیلی کے دیے گئے ابتدائی اساسی خیالات سے اسلوبیات کے علم کی داغ بیل پڑی اور اس کے شاگردوں EPSTENاورEMPSEN نے اس علم کی باقاعدہ صورت گری کی۔ بیلی کے اصولوں کی روشنی میں انھوں نے ادب پاروں کا لسانی حوالوں سے مطالعہ عمل میں لایا۔ اس کے بعد NOAM CHONSICY کی کتابStructure of Wordsآتی ہے۔ نوام کا بھی یہ کام بنیادی طور پر ساختیات پر ہی تھا لیکن اس کتاب نے بھی اسلوبیات کی ہےئت سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ یوں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا علم اسلوبیات ہےئت پرستی اور ساختیات کی دین ہے۔ نوام چومسکی کا کام بالخصوص لفظیات کے حوالے سے تھا۔ پھر اس ضمن میں Roman Jacobsonکا مقالہ بعنوانLinguistics and Poetis بھی اہم ترین اضافہ متصور ہوتا ہے۔ بقول ریاض صدیقی جیکب سن نے اسلوبیات کو اس انداز میں دیکھا:

> "شعر و ارب اور فن کیا ہے؟ یہ مکالمہ ہر زمانے میں رہا ہے اور ہر عہد نے اپنی بساط بھر اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اسلوبیات چونکہ بیانات کی ترتیب بندی کر سکتی ہے اور ادب وغیر ادب میں وہ امتیاز کھینچ سکتی ہے اس لیے شعر و ادب کی ایک آفاقی تعریف کا تعین کیا جا سکتا ہے۔۔۔ زبان اور خیال کا تعلق انسان سے ہے۔ چنانچہ اسلوبیات بھی انسان سے وابستہ ہے۔"(۲)

رومن جیک سن نے اسلوبیات کے اساسی نظریات کی بنیاد فراہم کی اور اپنے معاصرین سے زیادہ واضح انداز میں اسلوبیات پر بات کی۔ اس میں بھی کلام نہیں کہ ابھی بھی ان کے خیالات کی شرح کے محتاج ہیں لیکن بہت سے نظریات مقبول عام ہو گئے۔ اس نے اسلوبیات کو چار سطحوں میں تقسیم کیا۔ لفظیات صوتیات، معنیات اور نحویات۔ اس کے ہاں زبان ہی دراصل شعر کے ابلاغ اور تازگی کی ضامن ہے۔ زبان ہی ایک اسلوب کو ندرت اور نرالے پن سے نوازتی ہے۔ اسلوبیات میں چونکہ مطالعہ زبان ہوتا ہے لہٰذا ادبی زبان نہایت اہم اور لائق مطالعہ قرار دی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر نصیر احمد خان:

> "ادبی زبان فکری ترسیل کا نام ہے جن کے ایک طرف تخلیق کار اور دوسری طرف قاری یا سامع ہوتا ہے۔ اسی زبان کے ذریعے ایک ادیب یا شاعر اپنی ذات، قاری، تخلیق اور حقیقی دنیا کے درمیان واسطہ قائم کرتا ہے۔ ادب کی زبان کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں۔ کبھی وہ علامتی(CONATIVE) ہو جاتی ہے تو کبھی ترسیلی (EXPRESSIVE)اور کبھی حوالہ جاتی REFERENTIAL یا

جمالیاتی AESSTHETICAL اسلوبیات اپنے مطالعے کے وقت ادبی زبان
کے نہ صرف ان پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے بلکہ ان میں پوشیدہ جمالیاتی خصوصیات کا بھی
جائزہ لیتی ہے۔"(۳)

یہی رومن جیکب سن کے پریشان خیالات کا سفر تھا مطلب کہ اس کے بہت سے نظریات تاحال تشریح طلب ہیں۔ اس کے بعد STEPHEN ULLMON کا نام آتا ہے جس کی شہرت اس کا مقالہ "Language & Style" بنا ہے۔اس نے اسلوبیات کو اظہاریت قراد دیتا ہے۔اظہاریت سے مراد بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

"اس مسلک کے پابند لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے لیے تصویر بناتے ہیں یا لکھتے ہیں اس
لیے انھیں اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ ان کے بارے میں کون کیا کہتا ہے۔۔ان کا عقیدہ
ہے کہ تحت الشعور کی دنیا میں حقیقت کا ایک اور اعلیٰ رخ موجود ہے اس لیے اندر کے
اشارے پر چلنا چاہیے۔" (۴)

الماں کا کہتا ہے کہ ہر وہ شے جو زبان اور بیان کی ترسیل سے ماورا ہو اظہاریت ہے۔ بالفاظ دیگر وجدان کا لفظ میں ڈھال لینا اظہاریت ہے۔اسلوبیات اسی علم کا نام ہے جو خیال کی لفظی صورت کو موضوع بناتا ہے الماں کے نزدیک خیال اور خارجی طرفین کا باہم ایک ہوناہی اظہاریت کی معراج ہے۔یاد رہے کہ الماں معنیات کا ماہر تھا۔اس ضمن میں بھی اس کے خیالات اور فہم نے اسلوبیات کے دامن کو اس نظریات سے نوازا۔الماں کے بعد سب سے نمایاں نام فلابیر کا آتا ہے۔ فلابیر نے اسلوبیات کو اسلوب کا ایک رخ قرار دیا ہے اس کا کہنا تھا کہ اسلوب کسی بھی مشاہدے اور تجربے کو ادب میں برتنے اور دیکھنے کا رویہ ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی فلابیر کے اسلوب کے بارے میں رائے کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"اسلوب صرف لکھنے ہی کا نام نہیں ہے بلکہ جینے اور زندہ رہنے اور اپنے وجود کے ثابت
کرنا کا نام ہے۔اسلوب اپنے وقت کی عام زبان سے ضرور تعلق رکھتا ہے لیکن اس کے
باوجود ایک مخصوص لب ولہجہ ،ایک مخصوص انداز ،ایک مخصوص آہنگ اور اپنی ایک
مخصوص آواز رکھتا ہے۔۔۔ چنانچہ ادب کے لیے ایک مخصوص اسلوب ازبس لازمی
اور ضروری ہے۔ادب اور اسلوب لازم وملزوم ہیں۔"(۵)

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی رائے فلابیر کے حوالے سے صائب ہے کہ اسلوب کی شناخت اور فرق کا قوی آلہ اور

حوالہ زبان ہی ہے۔ لفظیات ہی کسی شاعر یا ادیب کا امتیاز واضح کرتے ہیں۔ الفاظ کا چناؤ، فعلیت اور اسمیت ہی وہ کلید ہے جو اس ادیب و شاعر کو جدا مقام اور تشخص دیتی ہے۔

اسلوبیات کی تاریخ میں ایک بڑا نام پروست کا بھی آتا ہے۔ پروست کے نزدیک قواعد کی غلطیاں اور کمزوریاں اسلوب پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ پروست کے بارے میں ریاض صدیقی کہتے ہیں:

> "پروست کے خیال میں گرامر کی غلطیاں اسلوب کو مجروح نہیں کرتیں یہی وجہ ہے کہ وہ اسلوبیاتی تنقید میں گرامر کو نظر انداز کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔"(۶)

پروست کا گرامر کے غیر اہم ہونے کا نظریہ اس کے اپنے ہی عہد میں رد کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ ایک غیر منطقی خیال تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ گرامر ہی اسلوبیاتی مطالعہ کو دلیل باہم پہنچاتی ہے۔ گرامر کی کامل برت اور درست استعمال ہی وہ وسیلہ ہے جو خیال کی ترسیل اور ابلاغ تام کو یقینی بناتا ہے۔ پروست کے بعد Henry Morrier کا نام آتا ہے۔ ہنری، پروست کے خیالات سے عملی اور کلی اختلاف کرتا ہے اور اسلوبیاتی مطالعہ کو ایک سکیم سے وضع کرتا ہے جس میں آٹھ مراحل کا تصور پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی وہ گرامر یا قواعد کو بھی اپنی سکیم کا ایک حصہ بناتا ہے۔ اسلوبیات کے ہی حوالے سے سپینی نقاد Demaso Aulouso بھی اہم نام ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس مطالعے کا اساسی مقصد ہیئت نہیں بلکہ مواد (Content) ہے۔ اسلوبیات کے اکا بر ناقدین بھی اسی طرز فکر کے ماننے والے ہیں۔ یہاں Stainly Fish نے اپنے مضمون "What is style and why are they such terrible things about it" میں تفصیل سے اسلوبیات کی افادیت اور دائرہ کار کو موضوع بنایا ہے۔ وہ اپنی ساری بحث کو اس بات پر سمیٹتا ہے:

> "اصل اسلوبیات جس کو Affective Stylistics کہتے ہیں یہ ہے کہ قاری جب متن کا مطالعہ کرتا ہے تو اسلوب اور معنی کا مطالعہ الگ الگ نہیں کرتا۔ بلکہ لفظ، کلمہ و ہےئت سب مجموعی طور پر بیک وقت قاری کے ذہن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گویا قاری کا ذہنی رد عمل کلی رد عمل ہوتا ہے جزوی نہیں اسلوب اور معنی کی بحث کو الگ کرنا ممکن نہیں۔ اصل اسلوبیات وہی ہے جو قاری کے کلی رد عمل کا احاطہ کرتی ہے۔"(۷)

"کلی رد عمل" کا احاطہ کرنے کا نام اسلوبیات قرار دینا مناسب نہیں ہوگا، اسلوبیات در حقیقت اس کلی رد عمل کے احسن صورت میں پیدا ہونے کو یقینی اور معتبر بنانے کا نام ہے۔ یعنی ادب پارے کا تاثر اسلوبیات کا نتیجہ یا دین ہے کہ کس لفظ کو کن معنوں میں، کس جگہ، کس طور، کس سر یا تال میں برتا جائے کہ قاری کا رد عمل وہی ہوگا جو کہ

تخلیق کار کے قلب، ذہن یا شعور کی سطح پر واقع ہوا تھا۔ زبان کے ان وسائل کی تلاش اور مطالعہ کا نام اسلوبیات ہے۔

اسلوبیات کے اس تاریخی ارتقا میں Leonordo Bloom کا نام بھی آتا ہے۔ جس نے لفظیات کے حوالے سے خاصے کا کام کیا۔ اسی طرح RIFFTERE نے اسلوبیات کو مقبول بنانے کے لیے نہایت بنیادی اور فعال کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ کئی فرانسیسی اور روسی ادیبوں اور زبان دانوں کے نام اس ضمن میں نمایاں ہیں کچھ کا تعلق بالواسطہ اور کچھ کا بلا واسطہ اسلوبیات سے ہے مثلاً Empison, Leospitzer, Stendal Richards.c Guuirad, Bennison Grey, Wit Jinstiwe Sapire, Talbot. T. Taylor،E.Holenstien, Mavouzea وغیرہ۔

اردو میں بھی اسلوبیات کی اصطلاح متعارف ہو چکی ہے لیکن اس کی ارتقائی کہانی قدر مختصر ہے کہ مسعود حسن خان اور پروفیسر خلیل احمد بیگ اولین لوگ ہیں جنہوں نے اس جانب توجہ دی۔ پروفیسر خلیل احمد بیگ کی کتاب "تنقید اور اسلوبیاتی تنقید" اس موضوع پر حوالے کی کتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح مغنی تبسم اور محمد حسن کا مقالہ "غالب کا نثری آہنگ" شمس الرحمان فاروقی کا کام بھی اس حوالے سے لائق اعتنا ہے ساتھ ساتھ گوپی چند نارنگ کی کتاب "ادبی تنقید اور اسلوبیات" نمایاں کتاب تصور ہوتی ہے۔ اردو میں اس حوالے سے چند نام ڈاکٹر نصیر احمد خان نے گنوائے ہیں:

> "راقم الحروف نے بھی اسلوب اور اسلوبیات اور اسلوبیاتی تجزیے کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔ علی وفا فتحی نے اسلوبیاتی تنقید کے نام سے ایک کتاب لکھی اور خلیل احمد بیگ کا نام بھی آتا ہے جنھوں نے اپنی کتاب "زبان، اسلوب اور اسلوبیات" کے نام سے لکھی۔" (۸)

اس کے علاوہ طارق سعید کی کتاب "اسلوب اور اسلوبیات" روبینہ شاہین کی اور ماجد مشتاق رائے کی "اسلوب نگارش" بھی شامل ہیں۔

**اسلوبیات کا فن:**

اسلوبیات در حقیقت ادب کا شعبہ نہیں ہے یہ بنیادی طور پر لسانیات کی ایک شاخ ہے۔ اسلوبیات کو اسلوب کے حوالے سے ادب کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ اسلوبیات دراصل اسلوب کے لسانی پہلو سے علاقہ رکھتی ہے۔ اسلوب کے معنی اور مفہوم کی وضاحت کی یہاں ضرورت پیش آئے گی کہ اس کے طے کیے بنا ہم اسلوبیات کے اصل رخ اور حقیقی وظیفہ کار کو شاید سمجھ ہی پائیں اور نہ ہی اس کے دائرہ کار کو واضح کر پائیں۔ اسلوب کے لغوی معنی طرز، روش، انداز

اور طور کے ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنی میں اسلوب کی جامع ومانع تعریف خاصی دشوار ہے۔ بہر طور ابوالااعجاز حفیظ صدیقی کے مطابق:

"اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات وجذبات کا اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادی (انفرادی خصوصیات) کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتاد طبع، فلسفہ حیات اور طرز فکر واحساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔"(۹)

اس تعریف میں اسلوب کے حوالے سے جو طریقہ ادائے مطلب یا خیالات وجذبات کا اظہار بیان کا ڈھنگ کہا گیا ہے یہ اسلوب کا لسانی پہلو ہے۔ اسی لسانی پہلو سے غرض رکھنے اور اس کے مطالعے کے اہتمام کرنے والے علم کو اسلوبیات کہتے ہیں یعنی زبان اور وسائل زبان کے مطالعے کو اسلوبیات کہیں گے۔ چونکہ یہ ایک غیر ادبی اور سائنسی نوع کی سرگرمی ہو گی لہذا اس کے اصول و ضوابط بھی علم لسانیات کے تحت متعین ہوں گے۔ اسلوبیات کی ایک جامع تعریف ڈاکٹر سلیم اختر کے حوالے سے دیکھیں:

"اسلوبیات کو ادیب کے عصری (تاریخی) ماحول (عمرانیات) اور شخصیت (نفسیات) سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس میں تو صرف اس نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے کہ زبان کس طرح تخلیق میں استعمال ہوئی، تخلیق کار نے اس سے کیا کام لیا، زبان کا ابلاغ کا موثر ذریعہ بنی یا رکاوٹ، کیا نئے استعارے اور تشبیہات وضع کی گئیں، علامات اور تمثالوں نے جمال میں اضافہ کیا یا نہیں۔ کیا مروج لسانی سانچوں کی پابندی ہوئی یا انحراف؟ کیا صوتی آہنگ تھا یا نہیں؟ یہ اور اس انداز کے دیگر امور سے بحث اسلوبیات کا دائرہ کار ہیں۔"(۱۰)

ڈاکٹر سلیم اختر کی تعریف خاصی جامع اور واضح ہے کہ اسلوبیات کو ادیب کی ذات، عہد اور مسائل و معاملات سے قطعاً غرض نہیں ہوتی۔ وہ صرف اور صرف ان کے فن کے وسائل ابلاغ یعنی زبان اور استعمال زبان سے غرض رکھتی ہے۔ اس اصطلاح کی ایک تعریف STEPHEN ULLMON نے بھی کی ہے:

"اسلوبیات لسانی سائنس کی بہن ہے جو زبان کے اجزا کی اصل صورت پر نظر نہیں

رکھتی بلکہ ان کے اظہاری قوت پر نظر رکھتی ہے۔اسلوبیات لسانی وسائل کے مطالعے کا بیانیہ نظام ہے کہ کیا یہ وسائل ابلاغ تام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں جو ان کا حقیقی وظیفہ ہے؟"(۱۱)

Ullmon کی اس تعریف میں لسانی وسائل کے مطالعے کا نظام ہی اسلوبیات کہلاتا ہے۔ لسانی وسائل سے مراد موضوعی حقیقت کو معروضی صورت میں قاری کو منتقل کرنا یعنی موضوع کا معروض میں ڈھالنے کے لیے لسان اور وسائل لسان کی سلیقہ مند برت، زبان کے الفاظ کے نئے مجازی معنی گری، صنائع وبدائع کا بالغ استعمال چاہیے ہوتا ہے۔انہی عوامل کا معروضی مطالعہ اسلوبیات کہلاتا ہے۔ایک تعریف ڈاکٹر نصیر احمد خان کی بھی ملاحظہ فرمایں:

"اسلوب کے سائنٹیفک مطالعے کو اسلوبیات کہتے ہیں۔ اسلوبیات میں ادبی اظہار کی ماہیت، خصائص اور عوامل کا تجزیہ کر کے اس سے برآمد ہونے والے نتائج کو عمومی شکل دی جاتی ہے۔اس طرح کسی شاعر یا ادیب نے اپنے فن پاروں میں جو زبان استعمال کی ہوتی ہے۔اس کے لسانی خصائص یا امتیازات کی نشاندہی ہو جاتی ہے اس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فنکار نے لسانی امکانات میں سے اپنے طرز بیان کا انتخاب کس طرح کیا ہے۔"(۱۲)

ان ساری تعریفوں کے خلاصے سے قبل یہاں پروفیسر خلیل احمد بیگ کی تعریف بھی ملاحظہ فرماہو:

"اسلوبیات یا لسانی اسلوبیات ادب کے لسانی مطالعے یعنی ادب میں زبان کے استعمال یا ادبی زبان کے مطالعے اور تجزیے کا نام ہے جو لسانیات کی روشنی میں کیا جاتا ہے یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہر لسانی مطالعے کو اسلوبیاتی نہیں قرار دیا جاسکتا لیکن ہر اسلوبیاتی مطالعہ کو لسانیاتی مطالعہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ادب کے اسلوبیاتی مطالعہ کی بنیاد لسانیاتی تجزیے پر رکھی جاتی ہے۔"(۱۳)

ان ساری تعریفوں کا خلاصہ لکھا جائے تو حاصل مطالعہ کچھ یوں ہو گا کہ اسلوب کے ایک پہلو کا نام اسلوبیات ہے۔جب ناقد کسی فنکار کی تخلیق کے اسلوب کا ناقدانہ مطالعہ کرتا ہے تو جو امور وسائل لسان سے متعلق ہوتے ہیں وہ اسلوبیات کے ذیل میں آجاتے ہیں مثلاً لفظیات، صوتیات، معنیات اور نحویات، صنائع بدائع، روزمرہ محاورہ غرض زبان وبیان کے دیگر وسائل۔اسلوبیات کا حقیقی وظیفہ یہ قرار پایا کہ شاعر وادیب کے تجربے اور مشاہدے کے معروضی طرز اور ادبیت کی چاشنی سمیت قاری تک پہنچائے۔ ترسیل معنی اور خیال میں زبان کے کردار کا معروضی مطالعہ

اسلوبیات کا موضوع ہوتا ہے۔ قاضی قیصر السلام نے لکھا ہے:

"اسلوبیات ۔۔۔۔۔اسلوب کو پرکھنے کی سائنس ہے یہ جدید لسانیات کی ایک شاخ ہے۔اس سائنس کے تحت ادبی اسلوب"Literary Style" کا تفصیلی تجزیہ کیاجاتاہے۔"(۱۴)

قاضی قیصر اسلام کی رائے قطعاً صائب نہیں۔اسلوبیات لسانی سائنس ضرور ہے مگر یہ اسلوب کو پرکھنے یا اس کی قدر کا تعین کرنے کی سائنس اور آلہ نہیں ہے بلکہ اسلوبیات ،اسلوب کے لسانی رخ یا جہت کے مطالعے کا نام ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ شاعر یاادیب نے کن وسائل لسان کو برتا، کیاان سے ابلاغ کا فریضہ طے پایا؟۔زبان کے لیے نئے امکانات پیداہوئے اور کیاصنائع بدائع کادرست استعمال عمل میں آیا؟۔زبان وصنف کی روایت اور زبان نے ترقی کی ؟۔یہاں گوپی چند نارنگ کی تعریف دیکھیے:

"اسلوبیاتی تجزیہ میں ان لسانی امتیازات کو نشان زد کیاجاتاہے جن کی وجہ سے کسی فن پارے مصنف شاعر ہےئت، صنف یا عہد کی شناخت(بحوالہ لسان) ممکن ہو۔"(۱۵)

اسلوبیات لسانی امتیازات کو معلوم کرنے کا زبان کے امکانات کو بڑھانے کا علم ہے اسلوب کو پرکھنے کی سائنس نہیں۔زبان کے استعمال اور معانی کی بازیافت کے ساتھ زبان کی ترقی اور نئے وسائل لسان کے امکانات پیدا کرانااس علم کاکام ہے۔

**اسلوبیات کے اجزائے ترکیبی:**

اسلوبیات کا علم زبان کے وسائل پر جب بات کرتا ہے توزبان کو چار سطحوں پر تقسیم کرتا ہے۔زبان کے حوالے سے ان چار سطحوں میں تقسیم بقول گوپی چند نارنگ کچھ یوں ہے :

"اسلوبیاتی تجزیہ زبان کی کسی بھی سطح کو لے کر ممکن ہے لسانیات میں زبان کی چار سطحیں ہیں۔۱ (صوتیات ( Phonotogy) ۲(لفظیات Morphology) ۳ (نحویات Syntax) ۴( معنیات Semanties )۔"(۱۶)

یہی چار عوامل اسلوبیات کے اجزائے ترکیبی کہلاتے ہیں۔ جن کی مدد سے ایک ماہر اسلوبیات اپنے ادب پارے کا تجزیہ کرتاہے اور باوثوق نتائج کے حصول کو ممکن بناتاہے۔

**صوتیات Phonology :**

آکسفورڈ ڈکشنری Phonology کے معنی یوں بتاتی ہے:

"The study of speech sounds, especially in a particular language"(۱۷)

گوگل انٹرنیٹ میں wikipedi پر اس کی تعریف کچھ یوں ہے:

"Phonology is a branch of linguistics concerned with the systematic organization of sounds in languages. It has traditionally foused largely on the study of the system of phonemes in a particular language.(۱۸)

زبان در حقیقت آواز ہی کی مہذب اور احسن صورت ہے آوازوں کے مطالعہ کا شعبہ صوتیات کہلاتا ہے ۔اس اصطلاح کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اشرف کمال لکھتے ہیں:

"صوتیات لسانیات کا وہ شعبہ ہے جس میں آوازوں کا لسانی اور علمی بنیاد پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔انسان کا مزاج،ماحول تعلیم اور تہذیب وثقافت کے ساتھ ساتھ اس کے اعضائے اصوات بھی زبان کی تشکیل میں کارفرما ہوتے ہیں۔زبان میں انسان کے صوتی اعضا کے علاوہ بطور میڈیم ہوا بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس کے علاوہ سننے والے کے اعضائے سماعت بھی، یہ تینوں ہی زبان کے نظام کی بنیادی کڑ یسمجھے جاتے ہیں۔"(۱۹)

صوتیات، لسانیات کے حوالے سے الفاظ کی آوازوں کے مطالعہ کا نام ہے ادب میں یوں کہ ادیب یا شاعر نے کن آوازوں کو کس طرح اپنے فن پارے میں برتا ہے ان آوازوں سے سمعی حظ، غنائیت، تکرار لفظی و حرفی، لے و سر اور حسن ادائیگی بھی مشروط ہوتی ہے۔صوتی آہنگ کی دو مثالیں دیکھیں کہ کیسے تکرار لفظی و حرفی غنائیت کو جنم دیتا ہے۔

اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا نقش کہن ہو کہ نو، منزل آخر فنا
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز(۲۰)

شعر اولی میں "ر" تکرار حرفی "فنا" کی تکرار لفظی ایک خاص کیف سے ہمکنار کرتی ہے۔شعر ثانی میں "م" کی حرفی تکرار بھی سماعتوں کو محظوظ کرتی ہے۔

**لفظیات Morphology :**

آواز کے حرف اور لفظ کی صورت میں آنے یا ڈھلنے یا ڈھالنے کا علم یا شعبہ لفظیات کہلاتا ہے اس میدان میں ماہرین لسانیات لفظ کے بننے و سنور نے اس کی صورت کے بدلاؤ، اصل مادے اور اس سے نکلنے والے اسمائے مشتق و مصادر کی صورتوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ آکسفرڈ لغت اس کے معنی یوں بیان کرتی ہے:

> "Morphology in liguistic is the study of the forms of words"(۲۱)

روبینہ شاہین لفظیات کی تعریف کے باب میں لکھتی ہیں:

> "اسے مارفیمات اور صرف (Morphology) بھی کہتے ہیں۔ اس میں الفاظ کی ساخت اور بناوٹ کا مطالعہ کیا جاتا ہے؛ اور نئے الفاظ پر بحث کی جاتی ہے۔ اس میں زبان اور اسکی چھوٹی چھوٹی اکائیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس میں زبان کا مطالعہ لفظ کی سطح تک پہنچ جاتا ہے۔"(۲۲)

لفظیات کے اس شعبے میں لفظوں کے اصل معنی، مادوں اور ان مختلف صورتوں میں ڈھلنے یا بدلنے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس مطالعے میں صرفیہ، لغویہ مارفیم لفظ کی اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں۔ لفظیات کے علم کے وظائف کچھ یوں ہیں اولاً جیسا کہ ہم جانتے ہیں لفظ در حقیقت ایک معنی کا خول ہوتا ہے، اس کا استعمال اس کے معنی میں نئی صورتوں کے امکانات پیدا کرتا ہے جس کی ایک طالبعلمانہ مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ ایک لفظ جسے ایک زبان کا بولنے والا جن معنوں میں بولتا ہے وہی لفظ دوسری زبان میں بالکل جدا معنوں میں استعمال ہونے لگتا ہے مثلاً راشی عربی کا لفظ ہے جو رشوت دینے والوں کے معنی رکھتا ہے مگر اردو میں اس لفظ کے معنی رشوت لینے والے کے ہیں۔ ثانیاً ایک لفظ کے طے شدہ معنی کے بجائے ہم اسے استعمال کرتے ہیں جہاں اس کے معنی مجازی بھی ہو سکتے ہیں استعاراتی و علاماتی بھی، اس لفظ کا استعمال اس کے مفہوم کا تعین کرتا ہے اور اس کام کا مقصد ابلاغ تام ہے، تیسرا پہلو یہ ہے کہ الفاظ کی تعداد اس رفتار اور انداز سے نہیں بڑھی جس رفتار و انداز سے انسانی فطانت، زندگی کی رنگارنگی اور موضوعات بڑھے ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت انسان کے بول چال کی سلیقہ مندی اور ادبی تقاضوں نے بھی لفظوں کی کمی کو پورا کرنے کا حل یہی نکالا ہے کہ ایک لفظ کو کئی کئی معنی سونپ دیے جائیں اور یہ کلیہ اس ضمن میں کامیاب بھی رہا۔ تھیسارس کا مطالعہ ہمیں اس دلچسپ کھیل کے کئی حسین تجربات اور نتائج سے واقف کرا سکتا ہے۔ لفظ کی بنت ہو یا اس کا استعمال اس کے

مطالعہ کو لفظیات کہیں گے۔ایک لفظ ہے آفتاب معنی سورج،اب ذرا میر کا یہ شعر دیکھیں:

اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں یاں کبھو سرو گل کے سائے تھے(۲۲)

اس شعر میں شاعر نے آفتاب کے وضعی معنوں کو مراد نہیں لیا بلکہ آفتاب کو دھوپ کے معنوں میں لیا جو لغت میں نہیں مگر شاعر نے مراد لیا اور شعر کو چار چاند لگ گئے۔اس طرح ہر بڑے شاعر اور ادیب نے لفظیات کے ضمن میں اجتہاد سے کام لیا اور اپنے فن کا لوہا منوایا۔

لفظیات کا تعلق نئے الفاظ کی تشکیل سے بھی ہے جیسے سابقہ لاحقہ سے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں، ترکیب سازی، جس سے ہر زبان نے نئے مفاہیم کے لیے الفاظ حاصل کئے ہیں ان کو بھی اسی شعبے یعنی لفظیات میں زیر بحث لاتے ہیں۔نئے مشتقات کا مطالعہ بھی اسی لسانیات کی شاخ کا کام ہے۔

**نحویات Syntax :**

نحویات کا علم کلام اور نثر کو فصاحت اور بلاغت سے ہم کنار کرتا ہے۔درست الفاظ کے چناؤ کے بعد لفظوں کی درست دروبست کی پرکھ اور مطالعہ نحویات کا وظیفہ ہے۔بقول ابوالاعجاز حفیظ صدیقی:

"نحو وہ علم ہے جس سے اجزائے کلام کو ترکیب دینے اور جدا جدا کرنے کا ڈھنگ آتا ہے اور کلمات کے رابطہ اور باہمی تعلق کا حال معلوم ہوتا ہے اور یہ علم جس غلطی سے مطلب میں خلل واقع اس سے کلام کو بچاتا ہے۔"(۲۴)

روز مرہ و محاورہ کے اسلوب کو اپنانا فصیح اور مناسب ترین لفظ کی شناخت کر کے نظم نثر میں جڑنا اور صنائع بدائع کا حسب ضرورت استعمال علم نحو کا فرائضہ ہے۔علم نحو کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صابر کلوروی کی مثال ملاحظہ کریں:

"لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دل بے مدعا دیا تو نے یہ شعر فصیح ہے جبکہ آج جس علم و ہنر سے ہے چراغاں بزم قوم ہم نے بنیاد اس کی دی تھی پیشتر دنیا میں ڈال دوسرے مصرعے میں الفاظ کی ترتیب، نشست درست نہیں اس لیے شعر بھدا معلوم ہوتا ہے"۔( ۲۵)

ڈاکٹر صاحب نے جس علم کی بنیاد پر اس شعر کو "بھدا" قرار دیا اسی کا نام نحویات ہے۔اسی علم نے لفظ کے چناؤ سے لے کر اس کے استعمال تک کے عملی کے اصول بتائے۔شعر اولی فصیح و بلیغ ہے اور شعر ثانی غیر فصیح ہے۔اسی طرح نثر میں بھی یہ علم فصاحت و بلاغت کو یقینی بناتا ہے۔

**معنیات Semantics :**

لفظ معنی کا لباس ہوتا ہے۔ لفظ کے اندر موجود اس کی اصل طاقت اور اصلیت کو معنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ کے آغاز میں حقیقی معنی تھے، وقت کے ساتھ ساتھ لفظ نے لغوی معنی کے ساتھ مجازی اور اصطلاحی معنی بھی حاصل کیے۔ اس علم کو معنیات کہا جاتا ہے۔ گوپی چند نارنگ کے بقول:

> "اس لیے کہ معنی لفظ ہے اور لفظ معنی، معنی کی ایک اکائی کلمہ ہے اور کلمہ لفظ یا لفظوں کا مجموعہ۔"**(۲۶)**

اقبال کا ایک شعر بھی دیکھیے :

> ارتباطِ حرف و معنی؟ اختلاط جان و تن جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر میں ہے۔**(۲۷)**

اس شعر کو معنیات کے حوالے سے لیتے ہوئے ڈاکٹر عبدالمغنی نے تبصرہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

> "قبائے لفظ اخگر معنی کے لیے خاکستر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی یعنی لفظ کو معنی کا پردہ نہیں اس کا آئینہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہا صلیت معنی کی ہے جس کی تابانی لباس الفاظ سے اسی طرح پھوٹتی ہے جس طرح راکھ سے چنگاری۔"**(۲۸)**

مختصر یہ کہ لفظ اور معنی کا مطالعہ معنیات کہلاتا ہے۔ معنی اور اصطلاحی معنی کا مطالعہ معنیات کا وظیفہ ہے۔ یہ وہ چار سطحیں ہیں جن کی مدد سے ایک ماہر اسلوبیات کسی فن پارے کو پرکھتا ہے اور اس کا مطالعہ کرتا ہے، صوتیات۔ لفظیات۔ نحویات اور معنیات کا باہمی تعلق نہایت قریب کا ہے اگر یوں کہا جائے کہ ان چاروں سطحوں کو شاید علم لسانیات میں الگ کیا جاسکتا ہو لیکن ادبی مطالعہ کے دوران ان کا جدا جدا مطالعہ قریباً ناممکن ہے۔ اس پہلو پر گوپی چند نارنگ کی رائے صائب ہے:

> "زبان ان چاروں سے مل کر متشکل ہوتی ہے۔ خالص لسانیاتی تجزیوں میں کسی بھی سطح کو الگ سے بھی لیا جاسکتا ہے لیکن ادبی اظہار کے تجزیے میں ہر سطح میں زبان کا کلی تصور شامل رہتا ہے۔۔۔ زبان کا کلی تصور بشمول معنی کے اس میں مضمر (Latent) دیتا ہے اور اس کا اخراج لازم نہیں۔"**(۲۹)**

**اسلوبیاتی مطالعہ کے آلات**

اسلوبیاتی مطالعے یا تجزیے کے لیے ناقدین و ماہرین اسلوبیات نے تین آلات (Tools) کو استعمال میں لانے کی تجویز دی ہے یعنی کسی بھی نثر یا شعری تخلیق کو اسلوبیات کے اصولوں اور ضوابط پر پرکھنا مقصود ہو تو ان تین

آلات کی مدد درکار ہو گی۔ بقول رضیہ سلطان جان:

" تجزیاتی مقاصد کے لیے تین بنیادی اصطلاحیں،سانچا (Register) ، کینڈا (Genre)، محضر (Discourse) استعمال کرتے ہیں۔"(۳۰)

اسلوبیاتی مطالعے میں ان آلات کو پیش رکھ کر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لکھنے والا منثور یا منظوم لکھے ناقد اسلوبیاتی حوالے سے جب بھی فن پارے کو موضوع بنائے گا وہ زبان کے سانچے، کینڈے اور محضر کے حوالے سے زبان کی پرکھ اور پڑتال کرتے ہوئے محاکمہ دے گا۔

**سانچا Register :**

Registerیعنی سانچا سے مراد زبان کی صورت اور قسم ہے۔ زبان اپنے موضوع اور کرادر کے حوالے سے الگ تقاضے رکھتی ہے۔ لکھاری لکھتے وقت ان تقاضوں کو پیش نظر رکھتا ہے تاکہ اس کا خیال اسی صورت میں قاری تک منتقل ہو جیسے کہ وہ چاہتا ہے۔ اس لیے ناقد جب کسی فن پارے کو اسلوبیاتی مطالعے کے لیے چنتا ہے تو وہ اس کے صرف لسانی پہلوؤں کو ہی ملحوظ رکھتا ہے۔ ناقد اس فن پارے کی زبان میں دیکھتا ہے کہ کیا یہ زبان سادہ و سلیس ہے یا پر تکلف اور مسجع یا مقفیٰ، اور یہ بھی کہ کیا اس ادب پارے کا موضوع اسی زبان کا متقاضی تھا کہ نہیں، یعنی کیا زبان پر تکلف ہے یا بے تکلف، کیا زبان بول چال کا اسلوب رکھتی ہے یا تقریری اور خطابت کا اسلوب لیے ہوئے ہے یہ بھی کہ کس کے لیے کونسا اسلوب مناسب ترین تھا۔ کہاں اور کس جگہ کی زبان مناسب ہے۔ علمی اور ادبی یا افسانوی زبان کے فرق کو دیکھتا ہے۔ یہ بھی کہ بولنے کی گفتگو کے تقاضے اور لکھنے کی زبان کے تقاضوں میں فرق کو بھی پرکھتا ہے۔ اسی طرح زبان کے خاص محاورہ کو زیر بحث لاتا ہے کہ ایک وکیل کی گفت و شنید اور ڈاکٹر کی بات چیت میں فرق ان کے مکالمات کو ایک شناخت دیتا ہے جس کو سانچا اپنے اصول و ضوابط کے ذیل میں لاتا ہے۔

ساتھ سانچا میں ہم اس خاص ادیب کی زبان کے رجحان اور انفرادیت کو بھی مخاطب کرتے ہیں اس طرح اس ادیب یا شاعر کا اسلوب اور بھی ابھرتا اور نکھرتا معلوم ہوتا ہے۔ سانچے کا مقصد تخلیق کی زبان کے معیار اور استعمال کا مطالعہ ہوتا ہے کیوں کہ بقول روبینہ شاہین:

"اسلوبیات میں اسلوب کی تعریف زبان کے حوالے سے کی جاتی ہے، ہر ادیب کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہر ادیب کا زبان کے استعمال کا اپنا انداز ہوتا ہے۔ عام بول چال اور ادبی زبان میں فرق پایا جاتا ہے۔ ادبی زبان (تجربے) میں زبان کا تخلیقی استعمال کیا جاتا ہے جس میں جدت، ندرت اور انوکھا پن پایا جاتا ہے۔"(۳۱)

زبان کے اسی مطالعے کا فریضہ ہم سانچے کے ذیل کرتے ہیں۔

**کینڈا (Genre) :**

کینڈا سے مراد ہے صنف نظم و نثر اس آلہ سے ہم اس صنف کی روایت اور اسلوب کی دلکشی کو پرکھتے ہیں۔اس باب میں کسی بھی ادب پارے کا تنقیدی اور تشریحی یا اسلوبیاتی مطالعہ عمل میں لاتے ہیں۔آکسفرڈ ایڈوانس ڈکشنری کے مطابق:

> "genre noun, particular style or kind, esp of works of art or literature grouped according to their form or subject-matter: The Novel and the Short story are different genres."(۳۲)

کینڈے سے مراد یہ ہوئی کہ ہر صنف نظم و نثر اپنے خاص ہیئت، اسلوب اور ڈکشن رکھتی ہے۔اس صنف کا ایک خاص رنگ، روپ، ایک خاص آہنگ و سروپ ہوتا ہے جس کے مطابق اس کو اپنے لیے لفظ اور ترتیب چاہیے ہوتے ہیں۔ جہاں تخلیق کار اپنے فن کو منوانے کی کاوش کرتا ہے۔اعلیٰ اور ندرت اسلوب سے اس کینڈے کی روایت کو آگے بڑھاتا ہے۔ اگر ہم ناول کا ہیئتی تجزیہ کریں اور ایک صورت موازنے کی افسانے سے بنائیں تو ہم دیکھیں گے دونوں کا کینڈا یکسر جدا ہے اور دونوں کا اسلوب اور ڈکشن اپنے اپنے تقاضے رکھتے ہیں۔۔ صنف شعر بھی اپنے تمام کینڈوں کے لحاظ سے الگ اور منفرد ہیں۔ زبان الگ سے بھی اپنے کینڈے رکھتی ہے کہ ایک بھکاری کا بھیک مانگنا کا طرز اور ایک جوتشی کا مکالمہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو گا۔اسی طرح غزل کا لسانی کینڈا مرثیہ اور قصیدہ سے الگ ہو گا۔ بقول رضیہ سلطان جان:

> "زبان کے کینڈے تحریری، سماجی ریت، ثقافت اور لکھنے والوں کے مقاصد سے متعلق اور مربوط ہوتے ہیں۔اس لیے ان میں تحریری مقاصد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔"(۳۱)

**محضر (Discourse) :**

ایک جملہ سے زیادہ تحریر کو محضر کہتے ہیں اور اس آلہ سے جملوں کی بنت اور تعمیر کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہاں جملوں کی ترتیب، الفاظ کے چناؤ، دروبست پر فرد کے ذاتی اثرات اور اس کے خصوصی اختلاف کا مطالعہ مراد ہوتا ہے۔اس کے ضمن میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ یہاں صرف لسانی خصائص کا مطالعہ ہو گا اور یہ بھی کہ کیسے ایک تخلیق کار کا

مزاج، رجحان، ذوق، وجدان اس کے اسلوب کو الگ رنگ میں ڈھالتا ہے۔ ایک تخلیق کار کے اسلوب کے مطالعے میں اس کے الفاظ کا چناؤ، تراکیب سازی، جملے کی بنت، استعاراتی و مجازی معانی کی برت، نئے الفاظ کی ایجاد واختراع، بیان کے دیگر وسائل اور ذرائع کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد اشرف کمال:

"روزمرہ استعمال میں زبان (قواعد) محض منفرد اور مکتفی بالذات فقروں/جملوں یا ان کے مجموعوں پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ کسی مخصوص انسانی صورت حال میں انسانوں کے مابین ایک باہمی لسانی تفاعل(Interaction) با معنی ہوتا ہے اور یہ لسانی تفاعل عموماً فقرے سے زائد پر مشتمل ہوتا ہے۔"(۳۴)

اسی لیے ادیب و فنکار روزمرہ بول چال کے انداز سے گریز کرتا ہے کیونکہ اس نے ایک مؤثر اسلوب اپنانا ہوتا ہے جس کا مقصد اس کی شناخت اور اس کے خیال کے ابلاغ کرنا ہوتا ہے۔ اس پر طارق سعید لکھتے ہیں:

" لہذا یہ امر کہ ادبی زبان اور روزمرہ کی زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ قطعی غلط نہیں۔ اس کا اسلوب خصوص کا حامل ہوتا ہے اور ایسا نہ ہونے پر اسلوب کی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے۔ لہذا فنکار و ادیب عامیانہ سے دو سطحوں سے گریز واجتناب کرتا ہے۔ ا۔ قدیم روایتی زبان کی عمومیت سے اجتناب، ۲۔ موجودہ اور حال کے روزمرہ سے اور ان کی استعمال سے عمومیت سے اجتناب۔"(۳۵)

اسی طرز بیان کو محضر کا نام دیا جاتا ہے۔ جس میں اس فنکار کی لسانی ندرت، برت اور تخصیص کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسلوبیات در حقیقت انگریزی زبان سے آیا ہوا ایک جدید تصور ہے۔ اسی لیے انگریزی زبان میں کسی بھی فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعے کا عمل خاصا سائنٹیفک اور منظم ہے کیوں کہ خود انگریزی زبان کے قواعد اور لسانی نظریات خاصے واضح اور شفاف ہیں۔ ثانیاً ان کے ہاں اس ضمن میں مبسوط انداز میں اداروں کی سطح پر بھی کام ہوا ہے۔ اس کے بر عکس اردو ابھی اس سائنسی صورت سے خاصی دور ہے لیکن کام کا آغاز ہو چکا ہے مگر یہ آغاز انفرادی سطح پر ہے جس کے سبب خاصا سست رو اور یکساں سمت میں بڑھوتری نہیں رکھتا، دوسرا پہلو اس کی بے سمتی اور سست روی کا یہ بھی ہے کہ ابھی اردو کے لسانی اور قواعد کے بہت سے بنیادی نوع کے مسائل بھی حل طلب ہیں اور تعریف کے محتاج بھی ہیں یعنی لسانی حوالے سے بھی اردو کو اچھا خاصا سفر ابھی طے کرنا ہوگا۔ اردو میں بھی اس ضمن میں اصول بندی کا کام شروع ہو چکا ہے اور فی الحال اسلوبیات کے شعبے میں جو کام ہو رہا ہے وہ انگریزی لسانیات اور گرامر کے تتبع میں ہو رہا ہے جبکہ اردو زبان کی لسانیات کی اصول و ضوابط کی بنیاد عربی و فارسی اور پراکرتی قواعد پر ہے گو کہ ان قواعد کی بنیاد سائنسی ہی ہے مگر

اردو میں ان کو اس معروضی نقطہ نظر سے ابھی دیکھا نہیں گیا اور یہ امر بھی لائق توجہ ہے اب اردو لسانیات و قواعد کا مطالعہ بحوالہ انگریزی قواعد کیا جائے اور نئے اصول اور ضوابط وضع کیے جائیں۔ اس طرح اردو کا دامن اور وسیع ہو گا اور جدید اور سائنسی لسانیاتی اصولوں کی مدد سے اردو بھی اس شعبے میں ترقی کر سکے گی۔ انگریزی قواعد اور لسانیات کے جو جو اصول اردو کے قواعد کے ڈھانچے سے لگا کھاتے ہیں اور اردو کے موجودہ لسانیات اور قواعد کی دلیل بن سکتے ہیں خواہ عربی، فارسی اور پراکرت اصول موجود بھی ہوں ان سے استفادہ کیا جانا ہماری زبان کے حق میں سود مند ہو گا کہ انگریزی زبان نے جتنی ترقی کی ہے اتنی ترقی ان تینوں زبانوں میں سے ایک زبان نے بھی نہیں کی۔

اسلوبیات، لسانیات کی ایسی شاخ ہے جس کے ذریعے سے ناقدینِ ادب کسی نظم پارے اور نثر پارے کے طرزِ زبان و بیان کی قدر و قیمت کے تعین کی سعی کرتا ہے۔ اسلوبیاتی مطالعے کے دوران جن اصولوں اور کلیوں کو برتا جاتا ہے وہ علم لسانیات کے ہوتے ہیں ادبی نہیں لہٰذا اس مطالعے کا محاکمہ ادبی حیثیت نہیں رکھتا مگر ادبیت اور اسلوب کے معیار کے مباحث میں یہ مطالعہ خاصا اہم ہے۔ یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ ادبی صورت تنقید و تحقیق میں لسانیاتی اصول و ضوابط کو خالصتاً لسانیاتی نقطہ نظر سے نہ برتا جا سکتا ہے نہ آزمایا جا سکتا ہے بلکہ ان اصولوں اور قوانین کو ادبی سطح پر بروئے کار لایا جاتا ہے کیوں کہ ہمارا حقیقی مقصد ادبی سرگرمی ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ ریاض صدیقی، "اردو زبان وادب کے مسائل"، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۹

۲ ۔ ریاض صدیقی، "اردو زبان وادب کے مسائل"، ص ۲۱۷

۳ ۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان، "ادبی اسلوبیات"، یورپ اکیڈمی اسلا آباد ۲۰۱۳ ء، ص ۱۱

۴۔ سید عبداللہ، "مقولہ کشاف تنقیدی اصطلاحات از ابوالاعجاز حفیظ صدیقی"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴

۵ ۔ ڈاکٹر عبارت بریلوی ، مشمولہ،" اسلوبات نگارش "مرتبہ مساجد مشتاق رائے۔ روھی بکس، فیصل آباد، ۲۰۱۵ ء، ص ۴۱

۶ ۔ ریاض صدیقی، "اردو زبان وادب کے مسائل"، ص ۲۳۶

۷ ۔ گوپی چند نارنگ، "ادبی تنقید اور اسلوبیات"، سنگ میل پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ ء، ص ۴۲

۸ ۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان، "ادبی اسلوبیات"، ص ۱۷

۹ ۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، "کشاف تنقید"، مقتدرہ قومی زبان، اسلا آباد، ۱۹۸۵ ء، ص ۱۳

۱۰ ۔ ڈاکٹر سلیم اختر، "تنقیدی اصطلاحات"، سنگ میل پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۳۲

۱۱ ۔ ریاض صدیقی۔ "اردو زبان وادب کے مسائل"، ص ۲۳۶

۱۲ ۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان، "ادبی اسلوبیات"، ص ۱

۱۳ ۔ پروفیسر خلیل احمد بیگ، مشمولہ "اردو تنقید کا اسلوبیاتی دبستان از روبینہ شاہین"، اظہار سنز لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۵۵

۱۴ ۔ قاضی قیصر اسلام، مضمون مشمولہ "اسلوب نگارش مرتبہ ماجد مشتاق رائے"، روہی بکس، فیصل آباد ص ۲۷

۱۵ ۔ گوپی چند نارنگ، "ادبی تنقید اور اسلوبیات"، ص ۱۷

۱۶ ۔ گوپی چند نارنگ، "ادبی تنقید اور اسلوبیات"، ص ۱۶

۱۷۔ Phonolgy. wikipedia, Google

۱۸۔ Oxford advanced learners dictionary, 2010, Oxford London Page 868

۱۹ ۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، "لسانیات اور زبان کی تشکیل"، مثال پبلشرز، فیصل آباد ۲۰۱۵ء، ص ۱۲۸

۲۰ ۔ علامہ اقبال، "بال جبریل"، الفیصل تاجران و نشران لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۴۷

۲۱ ۔ آکسفرڈ ایڈوانس ڈکشنری، آکسفرڈ پریس، ص ۷۸۷

۲۲ ۔ روبینہ شاہین، "لسانیات اور زبان کی تشکیل"، ص ۱۵

۲۳۔ میر تقی میر، "دیوان میر مرتبہ سنبل سرفراز"، کتابستان لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۹۴

۲۴ ۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، "کشاف تنقید اصطلاحات"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۹۵

۲۵ ۔ ڈاکٹر صابر کلوروی، "عروض و بدیع"، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۱

۲۶ ۔ گوپی چند نارنگ، "ادبی تنقید اور اسلوبیات"، ص ۱۶

۲۷ ۔ علامہ اقبال، "بال جبریل"، الفیصل تاجران و نشران لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۴

۲۸ ۔ ڈاکٹر عبدالمغنی، "اقبال کا نظام فن"، اقبال اکادمی لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۳۷

۲۹ ۔ گوپی چند نارنگ، "ادبی تنقید اور اسلوبیات"، ص ۱۷

۳۰ ۔ رضیہ سلطان جان مضمون مشمولہ، "اسلوب نگارش"، روھی بکس، فیصل آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵۰

۳۱ ۔ روبینہ شاہین، "لسانیات اور زبان کی تشکیل"، ص ۹۷

۳۲ ۔ آکسفرڈ ایڈوانس ڈکشنری، آکسفرڈ پریس، ص ۳۸۷

۳۳ ۔ رضیہ سلطان جان مضمون مشمولہ، "اسلوب نگارش"، روھی بکس، فیصل آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵۰

۳۴ ۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، "لسانیات اور زبان کی تشکیل"، ص ۱۷۰